سلسلہ غزواتِ نبوی ﷺ 1

غزوۂ بدر



عبدالمالک مجاہد

دار السلام
DARUSSALAM

سلسلہ غزواتِ نبوی ﷺ 1

غزوۂ بدر



عبدالمالک مجاہد

دارالسلام
DARUSSALAM
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • خبر • شارجہ
لاہور • لندن • ہیوسٹن • نیویارک

ح مكتبة دار السلام، ١٤٢٥ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
مجاهد، عبدالمالك
غزوة بدر. / عبدالمالك مجاهد - الرياض، ١٤٢٥هـ
ص: ٤٨ مقاس: ١٧×٢٤سم
ردمك: ٣-٨٥-٨٩٩-٩٩٦٠
(النص باللغة الاردية)
١- غزوة بدر أ-العنوان
ديوي ٣٣٩,٦٤ ١٤٢٥/٣٣٣٤

رقم الإيداع: ١٤٢٥/٣٣٣٤
ردمك: ٣-٨٥-٨٩٩-٩٩٦٠

نام کتاب: غزوہ بدر سلسلہ غزوات نبوی ﷺ 1 مصنف: عبدالمالک مجاہد

منتظم اعلیٰ: عبدالمالک مجاہد

مجلس نظامیہ: محمد طارق شاہد (انچارج شعبہ ادب الاطفال والشباب) حافظ عبدالعظیم اسد (منیجر دارالسلام لاہور)
مجلس ادارت: ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر اشتیاق احمد عرفان جمیل
اشفاق احمد خاں محمد امین ثاقب قاری طارق جاوید
ڈرائنگ اینڈ السٹریشن: زاہد سلیم چودھری (آرٹ ڈائریکٹر)
معاونین: ضیاء الرحمن عمر فاروق حسن محمود خطاطی: اکرام الحق

سعودی عرب (ہیڈ آفس)
پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب
فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
Website: http://www.dar-us-salam.com E-mail: riyadh@dar-us-salam.com
1 طریق مکہ۔ العلیا۔ الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 3 جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270
2 شارع اربعین۔ الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221 4 الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551
5 مدینہ منورہ فون و فیکس: 815121 4 00966

شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624 لندن فون: 5202666 208 0044 فیکس: 5217645 208
امریکہ 1 ہیوسٹن فون: 7220419 713 001 فیکس: 7220431 2 نیویارک فون: 6255925 718 001 فیکس: 6251511

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)
1 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072
Website: http://www.dar-us-salam.com E-mail: lahore@dar-us-salam.com
2 غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 3 اردو بازار گوجرانوالا فون: 741613 فیکس: 741614
4 مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن، لاہور فون: 7846714

پیش لفظ

روزِ ازل سے حق و باطل میں معرکہ چلا آ رہا ہے۔ کبھی حق باطل پر غلبہ پالیتا ہے' اور کبھی باطل حق کو عارضی طور پر پسپا کر دیتا ہے۔ فتح و شکست کی اس ساری کہانی میں ایک بات بڑی واضح ہے' حق فتح تب ہی پاتا ہے جب جذبے جنوں ہو جاتے ہیں' جذبات میں تلاطم آتا ہے' ایمان کی حرارت دل کی آخری تہوں تک اپنی جگہ بنالیتی ہے اور خلوص متاعِ جاں بن جاتا ہے۔

تاریخ نے فرعونوں کے جبر کو ریزہ ریزہ ہوتے دیکھا' نمرود کی خدائی کو حقیر مچھر کے ہاتھوں ملیامیٹ ہوتے دیکھا' چھوٹے چھوٹے پرندوں کے ہاتھوں ہاتھیوں کی عبرت ناک موت دیکھی' یہ سب کرشمے تب ہی ممکن ہوئے جب اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور روشنی نے دلوں کو مسخر کر لیا۔ پیغامِ حق مختلف ادوار کا سفر کرتا ہوا جب خطۂ عرب تک پہنچا تو وہاں بھی مخالفت کی وہی روایت دہرائی گئی' جو ہر دور میں پیش آتی رہی تھی۔

نبیٔ کریم ﷺ کا اعلانِ نبوت باطل نظام کے لیے ایک طوفانِ بلاخیز سے کم نہیں تھا۔ اس اعلان سے اُن کے آبائی مذہب کی شکست و ریخت کا آغاز ہو گیا تھا' ان کے آباء واجداد کی روایات کی بلند و بالا دیواریں منہدم ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ اُن کے ساتھ ساتھ ان کے پتھر کے معبودوں کے قدموں تلے زمین بھی سرکتی جا رہی تھی۔ یہی وہ حقائق تھے جنھوں نے مشرکین مکہ کو نبیٔ کریم ﷺ اور مسلمانوں کا بدترین دشمن بنا دیا' ظلم کے کیا کیا پہاڑ نہ توڑے گئے' ایمانی جذبوں کو پگھلانے کے لیے کیا کیا ستم نہ ڈھائے گئے' دکھوں کے کانٹے مسلمانوں کا مقدر کر دیئے گئے۔ قطع تعلق' اذیت' فاقہ کشی...... جبر کے کیا کیا روپ نہ سامنے آئے...... لیکن عزیمت کی راہ پر چلنے والے' ذرا نہ ڈگمگائے۔ اُن کے قدموں میں لغزش کی ایک جھلک بھی دیکھنے کو نہ ملی۔

ظلم کا ہر وار اُن کی پیشانیوں کی چمک کو بڑھاتا گیا...... اور چراغ سے چراغ جلتے گئے۔ مصائب کی انھی راہوں سے گزر کر مسلمان نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ہجرت کر کے سرزمینِ یثرب پہنچے...... تو سکون کا سانس ملا۔ دعوتِ حق تیزی سے پھیلنے لگی۔

لیکن باطل کو یہ سکون کب گوارا تھا۔ وہ لوگ مسلمانوں کو مٹانے کے درپے تھے۔ مسلسل تیاریاں کر رہے تھے۔ بالآخر تجارتی قافلے کے تحفظ کے بہانے' جنگ کا میدان گرم ہوا۔ مسلمان تعداد میں تھوڑے تھے' لیکن جذبوں کی فراوانی تھی۔ کفار تعداد میں زیادہ تھے' لیکن حوصلوں میں سوائے غرور کی پستی کے اور کچھ نہ تھا۔ اسلام کی تاریخ کا پہلا معرکہ اپنے آغاز سے لے کر انجام تک' انوکھے جذبوں کی عکاسی کرتا ہے۔ میدان جنگ میں ایمان کے جو پھول مہکے' شہادت کے جو سورج طلوع ہوئے' دین کے لیے سرفروشی کے جو کارہائے نمایاں سامنے آئے...... انھوں نے رہتی دنیا تک اسلام کے پیغام کو، اسلام کے نام کو قائم و دائم کر دیا۔

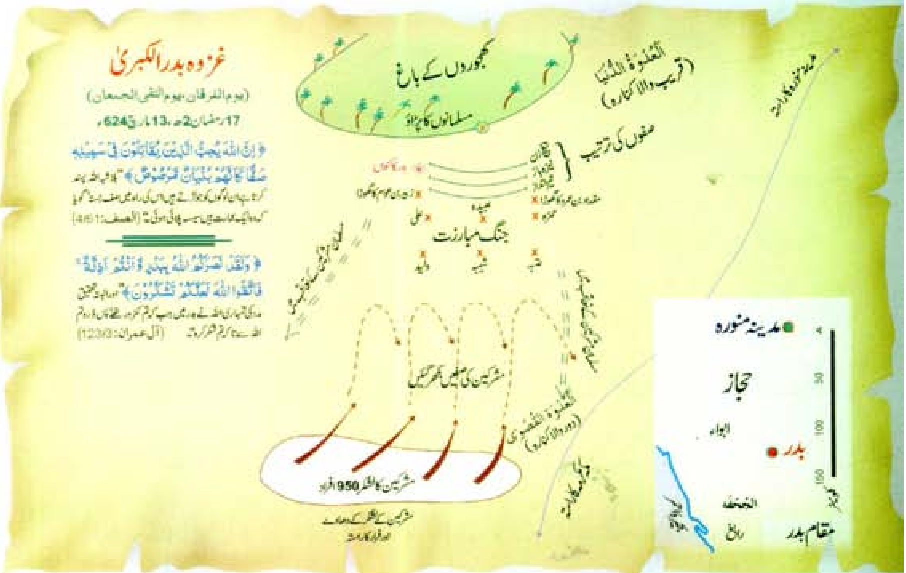
اس معرکے میں کفار کو سوائے ذلالت کے کچھ ہاتھ نہ آیا' مسلمان سرخرو رہے' کفار کے بڑے بڑے سردار مارے گئے یا قید ہوئے۔ مسلمان شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے اور اُس سے کئی گنا زیادہ کفار جہنم واصل ہوئے۔

عزیمت اور عظمت کی اس داستان کے مزید روشن پہلو آپ کو آئندہ صفحات میں پڑھنے کو ملیں گے...... ان کا مطالعہ یقیناً علم اور ایمان میں اضافے کا باعث بنے گا۔ ان شاءاللہ!

والسلام

عبدالمالک مجاہد

غزوہ بدر



تاریخِ اسلام میں ''غزوۂ بدر'' کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس غزوہ نے اسلامی تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیا۔

یہ بات ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ مکہ مکرمہ میں کافروں نے مسلمانوں کو کس قدر ستایا، ظلم کے پہاڑ توڑے گئے۔ ظلم کا کوئی طریقہ ایسا نہ تھا جو انھوں نے آزمایا نہ ہو۔ اسلام کی دعوت کو روکنے کے لیے انھوں نے ہر حربہ اور ہر ہتھکنڈا استعمال کیا یہاں تک کہ جو لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے، انھیں بھی سفیر بھیج کر واپس مکہ معظمہ لانے کی کوششیں کی گئیں تاکہ اپنے ظلم کا بازار جاری رکھ سکیں۔ ظلم کی چکی میں یوں تو سبھی مسلمانوں کو

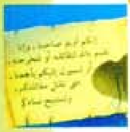


پیسا گیا لیکن خاص طور پر غریب اور مسکین تو گویا ان کے لیے نوالہ تر تھے، ان کے گھر کی کھیتی تھے، جو سلوک چاہتے کر گزرتے۔ انھیں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا، کوئی روکنے والا نہیں تھا، کوئی ٹوکنے والا نہیں تھا۔

آخر کار مسلمانوں کو یثرب کی طرف ہجرت کا حکم ہوا۔ یثرب، مدینہ منورہ کا پرانا نام ہے۔ ادھر مشرکین نے اللہ کے رسول ﷺ کو (اللہ معاف فرمائے) قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔

ان کی تمام تر کوششوں اور رکاوٹوں کے باوجود مسلمان اور اللہ کے رسول ﷺ یثرب پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ اب وہاں اسلام کی دعوت بہت تیزی سے پھیلنے لگی۔

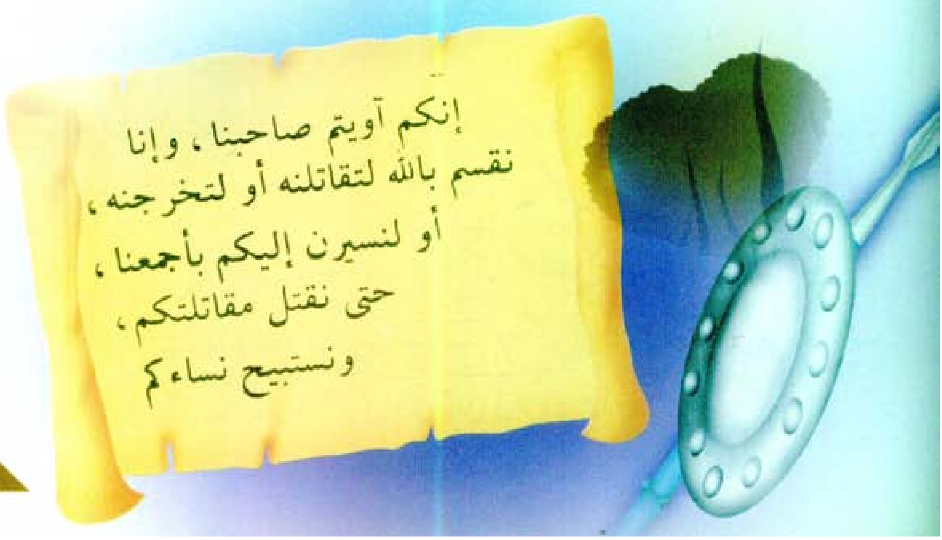




ان خبروں نے جلتی پر تیل کا کام کیا، کافروں کے تن بدن میں آگ لگ گئی، مارے پریشانی اور حسد کے ان کا برا حال ہوگیا۔ اب وہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں پر اتر آئے، جوڑ توڑ کرنے لگے۔ اس سلسلے میں انھوں نے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ یثرب کے مشہور قبائل اوس اور خزرج کے لوگوں کو خطوط لکھے، یہ ایسے لوگ تھے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ان میں عبداللہ بن اُبی بھی شامل تھا۔ ان خطوط کے الفاظ اس قسم کے تھے۔

"تم نے ہمارے شخص کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا ہے۔ تمہارے لیے ضروری ہے کہ ان سے لڑو یا انھیں وہاں سے نکال دو، ورنہ ہم نے بھی پھر قسم کھائی ہے کہ ہم سب مل کر حملہ کریں گے اور تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے، تمہاری عورتوں کو اپنے قبضے میں لے لیں گے۔"

عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کو جب یہ خطوط ملے تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے جنگ کی ٹھان لی اور تیاریاں کرنے لگے۔





ایک سازش انھوں نے یہودیوں کے ذریعے کی۔ انھیں بھی اپنے ساتھ ملالیا، پھر مسلمانوں کو پیغام بھیجا: ''تم مغرور نہ ہوجانا کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل آئے ہو، ہم یثرب پہنچ کر تمہارا خاتمہ کردیں گے۔''

اس کے بعد یہ ہوا کہ سن 2 ہجری، ربیع الاوّل کے مہینہ میں قریش کا ایک سردار یثرب آیا اور مسلمانوں کے مویشیوں کو ہانک لے گیا۔ یہ مویشی مدینے سے باہر چراگاہ میں چر رہے تھے۔ وہ صاف بچ کر نکل گیا، گویا مسلمانوں کو اپنی طاقت دکھا گیا اور مسلمانوں پر واضح کر گیا کہ ہم تین سو میل کے فاصلے سے آکر بھی تمہارے گھروں سے مویشی لے جاسکتے ہیں۔

ان حالات میں رسولِ مقبول ﷺ کے لیے ضروری ہوگیا تھا کہ آپ مسلمانوں کی حفاظت کے لیے ضروری اقدامات کریں تاکہ دشمن انھیں نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس سلسلے میں نبیٔ کریم ﷺ نے قریب قریب آٹھ جنگی مہمات مختلف علاقوں کی طرف روانہ فرمائیں۔ ان میں سے بعض میں آپ نے خود بھی شرکت کی، بعض مہمات صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سر کیں، تاہم کسی بڑی لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

مکہ مکرمہ کے لوگ تجارت کرتے تھے۔ ان کے تجارتی قافلے موسمِ گرما میں شام جاتے تھے اور سردیوں میں یمن۔ شام کا راستہ یثرب سے ہوکر گزرتا تھا۔ یثرب کا نام نبیِ کریم ﷺ کی ہجرت کے بعد مدینۃ النبی رکھا گیا۔

ابوسفیان قریش کا ایک بڑا سردار تھا، اس کی قیادت میں ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس قافلے میں ایک ہزار اونٹ تھے، ان اونٹوں پر کم ازکم پچاس ہزار دینار یعنی 262 کلو سونے کے برابر مالیت کا سامان لدا ہوا تھا، جبکہ نگرانی پر صرف چالیس آدمی تھے۔ مسلمانوں کو اس قافلے کے روانہ ہونے کی خبر مل گئی، اللہ کے رسول ﷺ نے اس قافلے کو روکنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیاری کا حکم فرمایا۔



مکہ معظّمہ سے ہجرت کرکے آنے والے بیشتر مسلمان خالی ہاتھ آئے تھے۔ یہ حضرات اپنے گھر بار، مال و دولت، تجارتی سامان، باغات، کھیتیاں غرض ہر چیز وہاں جوں کی توں چھوڑ آئے تھے، ان سب چیزوں پر کافروں نے قبضہ کرلیا تھا۔ بلکہ بعض مسلمانوں کو تو ہجرت کی اجازت اس شرط پر دی گئی تھی کہ وہ جانے سے

پہلے اپنا مال ان کے حوالے کر دیں، اس طرح مسلمان بہت تنگ دستی کی حالت میں تھے، انصار نے اگرچہ ان کی ہر طرح مدد کی تھی لیکن گزر اوقات بہت مشکل سے ہو رہی تھی۔

دوسری طرف اس قافلے کا ساز و سامان کافروں کی طاقت میں اضافے کا سبب بن سکتا تھا۔ اس سے جو تجارت کی جاتی اور دولت کمائی جاتی، اس سے کافروں کی طاقت میں اور اضافہ ہوتا، ان حالات میں نبیٔ کریم ﷺ نے ان کی قوت کو کمزور کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ مسلمان اس وقت مکہ والوں سے حالتِ جنگ میں تھے۔ یہ ایک بہترین فیصلہ تھا۔

اُدھر ابو سفیان بھی غافل نہیں تھا۔ وہ یہ بات جانتا تھا کہ مسلمان اس کے خلاف کارروائی کرنے کی کوشش کریں گے۔ شام جاتے ہوئے تو وہ صاف بچ کر نکل گیا، لیکن واپسی پر جب اسے مسلمانوں کی تیاریوں کی خبریں ملیں تو وہ اور زیادہ گھبرا گیا۔ اس نے فوراً مکہ والوں کو پیغام بھیجا کہ قافلہ سخت خطرے میں ہے لہٰذا وہ جلد از جلد اس کی مدد کے لیے روانہ ہو جائیں۔

خود اس نے اپنا راستہ تبدیل کر دیا، سیدھا راستہ چھوڑ کر ایک دور دراز کا راستہ اختیار کر لیا تاکہ مسلمان اس تک نہ پہنچ سکیں۔ اس طرح وہ قافلے کو بچا کر مکہ لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔





مکہ والوں کو ابوسفیان کی طرف سے پریشان کن پیغام ملا تو کہرام مچ گیا۔ ابوجہل تو پہلے ہی بہانے کی تلاش میں تھا۔ چنانچہ اس نے خوب شور مچایا، لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا یہاں تک کہ سب سردار مدینے کی طرف روانہ ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ البتہ ابولہب نے اپنی جگہ ایک آدمی کو بھیج دیا۔ اس لشکر کی تعداد شروع میں تیرہ سو تھی۔ اس میں ایک سو گھوڑے اور چھ سو زرہیں تھیں۔

ادھر تو یہ لشکر مدینے کی طرف رواں دواں تھا، دوسری طرف ابوسفیان اپنے قافلے کو لیے مکہ کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنے بچ کر آجانے کی اطلاع ان سرداروں کو بھجوادی جو لشکر کی قیادت کر رہے تھے۔ ابوسفیان کا پیغام مل جانے کے باوجود وہ آگے ہی بڑھتے چلے گئے، اس لیے کہ طاقت کے نشے میں چور تھے۔

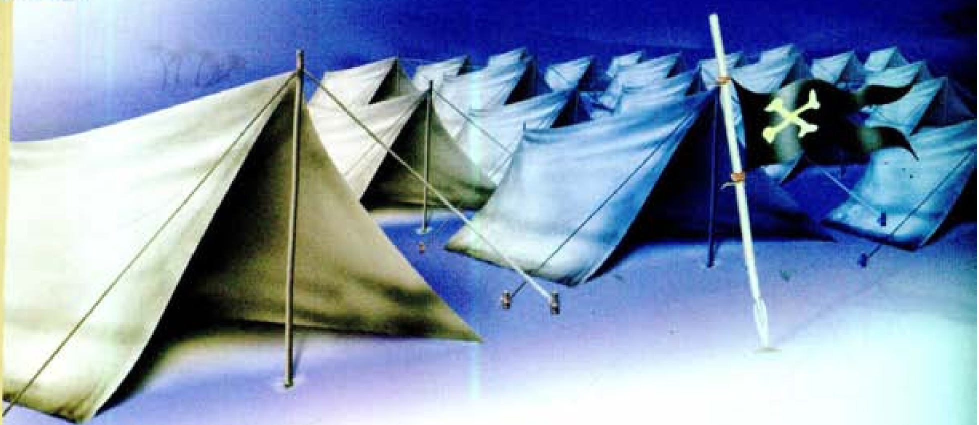






ان کا خیال تھا جن مسلمانوں پر وہ تیرہ سال تک ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے رہے ہیں وہ بھلا ان کے مقابلے میں آنے کی جرأت کریں گے۔ اگر آ گئے تو ہم انھیں تہس نہس کر کے رکھ دیں گے۔ اب آ تو گئے ہی ہیں، واپس کیوں جائیں۔ اب تو مسلمانوں کو مزا چکھا کر ہی جائیں گے۔ اس موقع پر ابو جہل نے قہر اور غرور کے لہجے میں کہا: ”اللہ کی قسم! جب تک ہم بدر نہ پہنچ جائیں، واپس نہیں جائیں گے۔ وہاں تین دن قیام کریں گے، خوب اونٹ ذبح کریں گے، عورتیں ہمارے لیے گانے گائیں گی، ہم اپنی طاقت کا خوب مظاہرہ کریں گے۔ اس طرح پورے علاقے پر ہماری طاقت کی دھاک بیٹھ جائے گی اور مسلمان پھر کبھی ہمارے مقابلے پر آنے کی جرأت نہیں کریں گے۔“

اخنس بن شریق نے جو بنو زہرہ کا حلیف تھا، ابو جہل کی اس رائے سے اختلاف کیا۔ اس نے کہا: ”اب جب کہ ابو سفیان اپنے قافلے سمیت مکہ پہنچ گیا ہے تو ہم کیوں آگے جائیں؟ کیوں مسلمانوں سے جنگ کریں؟ اس کی اب کیا ضرورت ہے؟ لہٰذا ہم تو واپس جاتے ہیں۔“



اس طرح بنو زہرہ کے تین سو آدمی تو واپس لوٹ گئے، بنو ہاشم نے بھی واپس ہو جانا چاہا، مگر ابو جہل نے انھیں سختی سے روک دیا۔ اس طرح کافروں کے لشکر کی کل تعداد تقریباً ایک ہزار رہ گئی۔ انھوں نے بدر کے میدان میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔

اللہ کے رسول ﷺ کو قریش کے نکلنے کا علم ہوا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ سب سے پہلے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور کفار سے جنگ کے حق میں ایک پُر جوش تقریر کی ۔ ان کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی تائید میں زبردست تقریر کی ۔ پھر سیدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے، انھوں نے عجیب الفاظ میں تقریر فرمائی۔ ان کے الفاظ تاریخ کے اوراق پر ہمیشہ کے لیے رقم ہو گئے ۔ انھوں نے کہا:

''اللہ کے رسول ﷺ! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا: ﴿فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۲۴)

''تم اور تمھارا رب جاؤ اور لڑو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔'' بلکہ ہم تو آپ کے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں لڑیں گے۔''

ان کے الفاظ سن کر نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔

آپ نے مزید مشورہ چاہا تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اب شاید آپ انصار کا خیال جاننا چاہتے ہیں۔''

ان کی بات کے جواب میں رسول ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! یہی بات ہے۔''

انھوں نے کہا: ''اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق اور سچ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اگر آپ ہمیں ساتھ لے کر سمندر میں کودنا چاہیں تو ہم اس میں کود پڑیں گے، ہمارا ایک آدمی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہمیں قطعاً کوئی ہچکچاہٹ نہیں۔ آپ دشمن سے ٹکرا جائیں، ہم جنگ میں ثابت قدمی دکھانے والے اور لڑائی کے ماہر ہیں۔''

اللہ کے رسول ﷺ ان کی باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''چلو اور خوشی خوشی چلو! اللہ نے مجھ سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے یعنی مسلمانوں کے گروہ کو کامیابی عطا ہوگی اور اللہ کی قسم! میں تو اس وقت بھی کفار کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں، میں دیکھ رہا ہوں، کون کہاں قتل ہوگا!''

دشمن کی جاسوسی:

ایک اچھا سپہ سالار دشمن کے بارے میں معلومات جمع کرتا ہے۔ وہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ دشمن فوج کی تعداد کتنی ہے، ان کے پاس اسلحہ کتنا ہے، ان کے وسائل کیا ہیں، ان میں جنگی مہارت کتنی ہے؟ غرض ہر لحاظ سے دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے۔



نبیٔ کریم ﷺ سے بڑھ کر کون سپہ سالار ہوسکتا ہے! چنانچہ آپ نے سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم کو دشمن کی جاسوسی کے لیے بھیجا۔ ان حضرات نے دشمن کے دو آدمیوں کو پانی بھرتے دیکھا تو انھیں گرفتار کر کے اسلامی لشکر میں لے آئے۔ ان سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ بولے: ''ہم تو پانی پلانے پر مامور ہیں، ہمیں ان باتوں کا کیا علم؟''

ان دونوں کو رسول ﷺ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ آپ نے ان سے قریش کے بارے میں پوچھا کہنے لگے: ''یہ ٹیلا جو وادی کے آخری دہانے پر دکھائی دے رہا ہے،



قریش اس کے پیچھے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ کتنے ہیں؟''

جواب میں انھوں نے کہا: ''بہت زیادہ۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تعداد بتاؤ...... وہ کتنے ہیں؟''

کہنے لگے: ''ہمیں نہیں معلوم۔''

آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''اچھا! یہ بتاؤ، روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟''

انھوں نے بتایا: ''کبھی نو، کبھی دس۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب تو قریش کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔''

اس سوال سے آپ نے دشمن کی تعداد آسانی سے معلوم کرلی، یہ اس لیے کہ روزانہ نو یا دس اونٹ، نو سو یا ہزار آدمیوں کے لیے کافی ہو جاتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ان سے پوچھا:

''قریش کے بڑے سرداروں میں سے کون کون آیا ہے؟''

جواب میں انھوں نے یہ نام لیے: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل، امیہ بن خلف اور نضر بن حارث ان کے علاوہ دوسرے سرداروں کے نام بھی بتائے۔ یہ نام سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو تمہارے پاس لا ڈالا ہے۔''



معرکے سے پہلے:

مسلمانوں نے میدانِ جنگ کے شمال مشرق میں اللہ کے رسول ﷺ کے لیے ایک اونچے ٹیلے پر چھپر بنادیا تھا۔اس جگہ سے پورا میدانِ جنگ نظر آتا تھا۔ اس چھپر کی حفاظت کے لیے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں نوجوانوں کا ایک دستہ مقرر ہوا۔ اب آپ ﷺ میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے...... ان لمحات میں آپ ﷺ اشارہ فرماتے جارہے تھے: ''ان شاء اللہ کل فلاں مشرک یہاں قتل ہوگا، یہ جگہ کل فلاں کافر کی قتل گاہ ثابت ہوگی اور اس جگہ فلاں کی لاش پڑی ہوگی۔''

دوسرے دن، جنگ سے پہلے آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صف بندی شروع کی۔آپ کے ہاتھ میں تیر تھا، جب آپ سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، تو وہ صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔آپ نے تیر سے ان کے پیٹ پر کچوکا لگایا اور فرمایا: ''برابر ہوجاؤ!''

سواد بولے: ''اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے مجھے تکلیف دی، بدلہ دیں۔''

یہ سننا تھا کہ آپ ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک اٹھا دیا اور جسم مبارک آگے کردیا، یہ دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم پریشان ہوگئے کہ یہ سواد کیا کر رہے ہیں! اللہ کے رسول ﷺ سے بدلہ

لے رہے ہیں؟ ادھر رحمتِ عالم ﷺ کا انصاف دیکھیے کہ مطالبہ سنتے ہی فوراً خود کو بدلے کے لیے پیش کر دیا اور پھر سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ نے کیا کیا...... آگے بڑھے اور جسم مبارک کو چوم لیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟''



سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اللہ کے رسول ﷺ! میں اللہ کے راستے میں لڑنے کے لیے آیا ہوں۔ ہوسکتا ہے اس جنگ میں شہید ہو جاؤں، چنانچہ میں نے سوچا آخری وقت میں آپ کے جسم مبارک سے میرا جسم چھو جائے۔''

آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ صفوں کی درستی کے بعد آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ چھپر کی طرف تشریف لے گئے اور آپ اپنے رب کے حضور دعا میں مشغول ہو گئے' آپ کی دعا کے الفاظ یہ تھے:

''اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی، اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے، اسے پورا فرما۔ اے اللہ! ہم تجھ سے تیری مدد کے طلب گار ہیں۔''

آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا اور مسلسل دعائیں فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہاں تک کہ



آپ ﷺ کی چادر مبارک کندھوں سے نیچے سرک گئی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے۔ انھوں نے آپ ﷺ کی چادر درست کی اور درد بھرے لہجے میں فرمایا: ''اللہ کے رسول (ﷺ)! اب بس فرمائیں! آپ نے اپنے رب سے نہایت عاجزی اور انکساری سے دعا مانگ لی ہے۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے فرمایا: ''ابو بکر، تمھیں مبارک ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آ پہنچی، یہ جبریل علیہ السلام کھڑے ہیں جو گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں۔''



معرکے کا آغاز:

رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی۔ گویا قدرت نے غزوہ بدر کے لیے یہ تاریخ مقرر کی تھی۔ ایک طرف اللہ کو ایک ماننے والے، اسی سے مدد مانگنے والے، اسی کو وحدہٗ لاشریک ماننے والے تھے اور دوسری طرف بتوں کے پجاری تھے، غیر اللہ سے مدد مانگنے والے تھے۔

ایک طرف اہل ایمان تھے دوسری طرف ایمان کی دولت سے محروم لوگ تھے۔ ایک طرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے شیدائی تھے، دوسری طرف پتھروں کو معبود ماننے والے، بتوں کی محبت میں غرق لوگ تھے۔ اللہ کو ماننے والے اپنی ذات کے لیے نہیں آئے تھے، اللہ کا نام بلند کرنے آئے تھے جب کہ دوسری طرف قریش اپنے نام ونمود اور بتوں کی خاطر آئے تھے۔

یہ مسلمانوں اور مشرکوں کی پہلی باقاعدہ جنگ تھی۔ تیرہ سال تک ظلم کی چکی میں پسنے والے آج ظالموں سے ٹکرانے چلے تھے، آج ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا وقت آگیا تھا، تلوار کے مقابلے میں سر آگے کرنے کا نہیں، تلوار کا وار روکنے کا وقت آگیا

تھا اور مسلمانوں کو تو اس دن کا بہت شدت سے انتظار تھا لیکن ان کی یہ تڑپ بھی اپنی ذات کے لیے نہیں، اللہ کی رضا کے لیے تھی۔

جنگ کا آغاز مشرکین کی طرف سے آنے والے ایک تیر سے ہوا۔ یہ تیر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام سیدنا مِہجَع رضی اللہ عنہ کو لگا، تیر لگنے سے وہ شہید ہو گئے۔ اس طرح وہ غزوۂ بدر کے پہلے شہید قرار پائے۔

دوسرے شہید حارثہ بن سراقہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ پانی پینے کے لیے حوض کی طرف گئے۔ حوض پر مامور صحابی نے انھیں دشمن کا آدمی خیال کیا اور تیر چلا دیا، وہ ان کے حلق پر لگا۔ اس طرح یہ بھی شہید ہو گئے۔

مشرکوں کی طرف سے اسود بن عبد الاسود نام کا شخص نکلا۔ وہ بلند آواز میں للکارا: ''میں مسلمانوں کے حوض سے پانی پیوں گا اور حوض کو مسلمانوں کے سامنے برباد کروں گا۔''

اس کی بات سن کر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، اسے للکارا، مقابلے کے لیے اس کے مقابل آ گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ وار کرتا، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام ہو گیا، یوں وہ جہنم رسید ہوا۔





اس زمانے میں طریقہ جنگ یہ تھا کہ باقاعدہ جنگ شروع ہونے سے پہلے دونوں طرف سے بہادر اپنی صفوں سے نکل کر آگے آتے تھے اور دشمن کے لشکر کو للکارتے تھے، کہتے تھے: ”کون ہے جو میرے مقابلے میں آئے!“ یا وہ کہتے تھے: ”کسی میں میرے مقابلے میں آنے کی جرأت ہے؟ میں فلاں ابن فلاں ہوں۔“

پھر سامنے والے لشکر سے کوئی اس کے مقابلے کے لیے نکلتا، دونوں میں لڑائی ہوتی، دونوں لشکر اس لڑائی کا نظارہ کرتے۔ اس طرح مقابلے کے لیے للکارنے کو مبارزت کہتے ہیں۔

چنانچہ کافروں کی طرف سے تین بہادر اور جنگ جو نکل کر میدان میں آگئے، وہ للکارے: ”ہمارے مقابلے پر کون آتا ہے؟“

اسلامی لشکر میں سے تین انصاری مقابلے کے لیے نکلے۔ مشرک بولے: ”تم لوگوں کے نام کیا ہیں؟“

تینوں نے اپنے نام بتا دیے۔ کافروں نے کہا: ”ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں، ہم تو چاہتے ہیں ہمارے مقابلے پر ہمارے چچیرے بھائی آئیں۔“

پھر انھوں نے آواز دی: ''اے محمد (ﷺ)! ہمارے مقابلے میں ہماری قوم کے لوگوں کو بھیجیں، جو ہمارے برابر کے ہوں۔''

اس پر رسول ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''عبیدہ بن حارث، حمزہ اور علی، اٹھو اور مقابلے کے لیے جاؤ۔''

اب یہ تینوں' صفوں سے نکلے اور ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ کافروں نے پوچھا: ''تمھارے نام کیا ہیں؟''

انھوں نے کہا: ''ہم قریشی ہیں اور ہمارے نام عبیدہ، حمزہ اور علی ہیں۔''

یہ سن کر وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے: ''اب آئے گا مزہ، یہ ہیں ہمارے ہم پلّہ لوگ، شریف مدِ مقابل۔''

آخر تینوں میں معرکہ شروع ہوا۔ سیدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ عمر میں سب سے زیادہ تھے، انھوں نے عتبہ سے مقابلہ کیا۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ولید سے ہوا۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں شیبہ کا خاتمہ کر دیا، اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ ولید پر حملہ آور ہوئے، وہ ان کا وار روک نہ سکا اور تلوار اس کے کندھے کو کاٹتے ہوئے گزر گئی، وہ بھی ڈھیر ہو گیا۔

سیدنا عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ میں دیر تک مقابلہ ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کیا۔ سیدنا عبیدہ کو گہرے زخم آئے۔ چنانچہ سیدنا حمزہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما نے آگے بڑھ کر عتبہ کا کام تمام کر دیا۔

اس جنگ کے چند دن بعد سیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لاکر شہید ہوگئے۔اس وقت اسلامی لشکر بدر سے واپس مدینے کی طرف جارہا تھا، چنانچہ انھیں وہیں دفن کردیا گیا۔

جنگ کی ابتدا میں ہی کافروں کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ان کے چار نامی گرامی بہادر مارے گئے۔



اب عام لڑائی شروع ہوئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جوش دلانے کے لیے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، جو شخص بھی آج جم کر، ثواب سمجھ کر لڑے گا، دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائے گا، سامنے سے خوب وار کرے گا اور خوب بہادری دکھائے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرمائیں گے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہلے ہی کچھ کم پُر جوش نہ تھے، رسول ﷺ کے ان الفاظ نے





انھیں ایک نیا ولولہ عطا کیا۔ چنانچہ اس جنگ میں بہادری اور بے جگری کے بہت سے حیرت انگیز واقعات پیش آئے۔

عمیر بن حمام ﷛ ایک انصاری صحابی تھے۔ جب انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ بشارت سنی، اس وقت وہ کھجوریں کھا رہے تھے۔ فوراً ہاتھ روک لیا، کھجوروں کی طرف دیکھا اور کہا: ''یہ تو زیادہ ہیں، ان کے کھانے میں تو بہت وقت لگے گا، میں جنت میں جانے کے لیے اتنی دیر کیوں کروں!''

یہ کہا اور کھجوریں پھینک دیں۔ آگے بڑھے، پوری جواں مردی سے لڑے اور دشمنوں کو مارتے کاٹتے خود بھی شہادت کا جام نوش کر گئے۔



جنگ کے آغاز میں رسول ﷺ نے ایک مٹھی ریت اور کنکریوں کی اٹھائی اور اس کو دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: ''شَاهَتِ الْوُجُوه'' ''یعنی چہرے بگڑ جائیں۔''

ریت اور کنکریوں کی اس مٹھی کا کچھ نہ کچھ حصہ ہر مشرک کی آنکھوں میں یا منہ میں ضرور گرا۔ سورۂ انفال کی آیت 17 میں اللہ تعالیٰ اسی واقعے کا تذکرہ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ﴾ (الانفال:۱۷/۸)

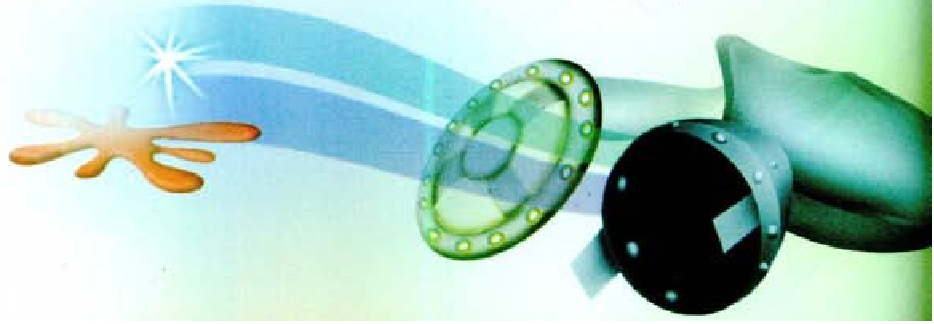
''جب آپ نے وہ مٹھی پھینکی تو دراصل وہ آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔''



مشہور انصاری صحابیہ عفراء بنت عبید رضی اللہ عنہا کے بیٹے عوف بن حارث رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ رب العزت کس بات سے خوش ہو کر مسکراتے ہیں؟''

جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس بات سے کہ بندہ بغیر حفاظتی ہتھیار پہنے اپنا ہاتھ دشمن کے خون میں ڈبو دے۔''

چنانچہ سیدنا عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے بدن سے زرہ اتار پھینکی۔ دشمن پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

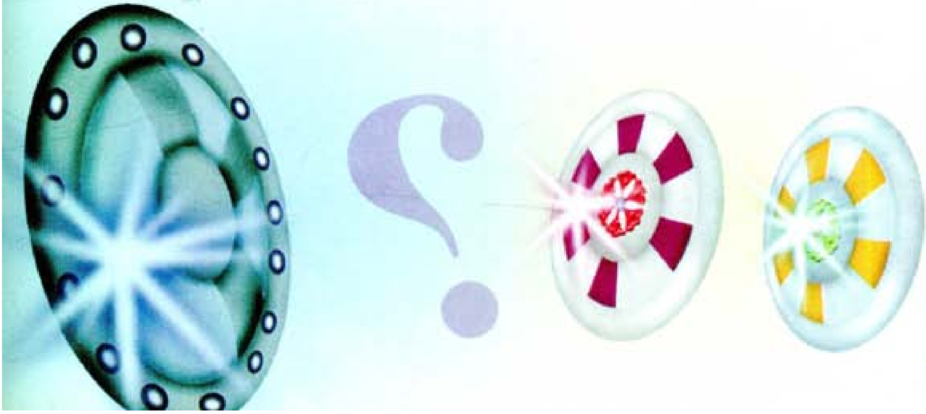


پھر اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو دشمن پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دیا۔ دشمن اس سے پہلے ہی جنگ شروع کر چکا تھا اور اپنا زور لگا چکا تھا، اس کا جوش و خروش ماند پڑ رہا تھا، حکم ملنے پر مسلمانوں نے پر جوش انداز میں حملہ کیا۔ اب مسلمان تازہ دم تھے لہٰذا کافروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے لگے، ایسے میں فرشتے بھی مدد کو آ گئے' کافروں کے سردار کٹ کٹ کر گرنے لگے۔

اسلام کا سب سے بڑا دشمن، اس وقت کا فرعون، ابوجہل اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔ وہی کافروں کو اُکسا کر بدر کے میدان میں لایا تھا۔ مکہ میں اس نے مسلمانوں پر ظلم کی انتہا کر دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا، طرح طرح سے ستایا کرتا تھا، قدم قدم پر مشکلات پیدا کرتا تھا، آج وہی ابوجہل کافروں کا سپہ سالار تھا، انھیں لڑا رہا تھا۔

ادھر دو انصاری نوجوان ابوجہل کی تلاش میں تھے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح ابوجہل کو قتل کر دیں، اسے جہنم رسید کر دیں۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میدانِ جنگ میں اچانک دو نوجوان میرے دائیں بائیں آ کھڑے ہوئے۔ اُن میں سے ایک نے پوچھا: ''چچا جان! ابوجہل کہاں ہے؟''

میں نے کہا: ''بھتیجے! تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟''



اس نے کہا: ''ہم نے سنا ہے کہ وہ اللہ کے رسول (ﷺ) کو گالیاں دیتا ہے لہٰذا میں نے عہد کیا ہے کہ اسے قتل کر دوں گا یا خود شہید ہو جاؤں گا۔''

اتنے میں دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا: ''ابو جہل کہاں ہے؟''

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اشارے سے انھیں بتایا: ''وہ رہا ابو جہل!''

اب دونوں اپنی تلواریں لیے ابو جہل کی طرف لپکے۔ یہ دونوں نوجوان معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء تھے۔ سیدنا معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ابو جہل کو بہت سے لوگ گھیرے میں لیے ہوئے تھے تاکہ اس پر کوئی وار نہ کر سکے اور وہ محفوظ رہے، انھوں نے ان لوگوں کو کہتے سنا: ''آج ابو الحکم یعنی ابو جہل تک کوئی نہیں پہنچ پائے گا۔''



معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو اُن پر اور زیادہ جوش طاری ہوگیا۔ وہ تیر کی طرح اس کی طرف بڑھے اور اللہ کی قدرت، سیدھے اس کے پاس جا پہنچے۔ اس کی حفاظت کرنے والے کچھ بھی اس کے کام نہ آسکے۔ انھوں نے جاتے ہی اپنی تلوار کا وار اس کی پنڈلی پر کیا، پنڈلی کٹ گئی، باپ کو زخمی ہوتے دیکھ کر عکرمہ بن ابوجہل آگے بڑھے۔ یہ اس وقت ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، انھوں نے معاذ رضی اللہ عنہ کے کندھے پر تلوار کا وار کیا، ان کا بازو کٹ گیا، لیکن کٹ جانے کے باوجود کھال کے ساتھ لٹکتا رہا، یہ اس حالت میں جنگ کرتے رہے، تاہم ابوجہل ان کے وار سے شدید زخمی ہوگیا تھا، ایسے میں سیدنا معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ اس کے نزدیک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ انھوں نے بلا کی پھرتی سے اس پر وار کیا۔ ان کے وار سے وہ گھوڑے سے نیچے آگرا۔ انھوں نے اسے مردہ خیال کیا، اس کے پاس سے چلے گئے اور جنگ میں مشغول ہوگئے لیکن ابوجہل میں اس وقت کچھ جان باقی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرے تو اس میں کچھ جان پا کر رک گئے۔ اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھ کر فرمایا: ”اے اللہ کے دشمن! تجھے اللہ نے رسوا کر دیا۔“ پھر انھوں نے اس کا سر کاٹ لیا۔



ادھر دونوں نوجوان نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ایک نے عرض کیا:''اللہ کے رسول ﷺ !میں ابوجہل کو قتل کر آیا ہوں۔''

یہ سنتے ہی دوسرے نے کہا:''بلکہ میں نے اسے قتل کیا ہے۔''

نبی ﷺ مسکرائے، پھر آپ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا:''تم دونوں ہی نے اسے قتل کیا ہے۔''

معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور تک زندہ رہے اور ابوجہل کا سامان انہی کو ملا۔

اتنے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوجہل کا سر لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس کے سر کو دیکھ کر آپ نے فرمایا:''یہ اس اُمّت کا فرعون ہے۔''

چونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کا سر کاٹا تھا، اس لیے اس کی تلوار ان کو ملی۔

معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ بھی اس جنگ میں زخمی ہوئے تھے بعد میں انہی زخموں سے شہید ہوئے۔ یہاں یہ بات بھی بتانا ضروری ہے کہ سیرت کی اکثر کتابوں میں ابوجہل کے قاتلوں کے نام معوذ اور معاذ بتائے گئے ہیں، مگر صحیح بخاری کی روایت کے مطابق دونوں کا نام معاذ تھا۔ ایک کا معاذ بن عمرو بن جموح اور دوسرے معاذ بن حارث، جن کی والدہ کا نام عفراء تھا اور وہ معاذ بن عفراء کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ دونوں انصاری تھے۔

عُکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ بہت بہادر اور جری نوجوان تھے۔ بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''اللہ کے رسول ﷺ! میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔''

آپ ﷺ نے انھیں ایک لکڑی عنایت کی اور فرمایا:

''عکاشہ! تم اب اس سے لڑو۔''



جونہی عکاشہ رضی اللہ عنہ نے وہ لکڑی ہاتھ میں لی، وہ لمبی، سخت، اور چمک دار لوہے کی تلوار بن گئی۔ چنانچہ اس لکڑی نما تلوار سے جنگ کرتے رہے۔ لڑتے رہے یہاں تک کہ جنگ ختم ہوگئی۔ اس جنگ کے بعد بھی یہ تلوار ان کے پاس رہی۔ دوسری جنگوں میں بھی اس تلوار کے ساتھ لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مرتدوں سے جنگ ہوئی اور یہ اس جنگ میں شہید ہوئے۔ وہ تلوار اس وقت بھی ان کے پاس تھی۔

ایک بار نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ''میری اُمت میں سے ستر ہزار چودھویں کے چاند کی صورت والے بلاحساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے۔''

اس وقت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا: ''اللہ کے رسول ﷺ! دعا فرمائیں اللہ مجھے بھی ان میں سے کردے!''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم انھی (جنتیوں) میں سے ہو۔''

یہ سن کر انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: ''اللہ کے رسول ﷺ! دعا کیجیے! اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس بارے میں عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔''

عکاشہ رضی اللہ عنہ عرب کے بہترین شہ سواروں میں سے تھے۔

معرکہ ختم ہوتا ہے:

بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی، انھیں فتح نصیب ہوئی۔ اس دن کو ''یومِ فرقان'' کہا گیا۔ یہ جنگ حق و باطل کی پہلی جنگ تھی۔ ان کے درمیان فرق کرنے والی جنگ تھی۔



اس جنگ نے قریش کا غرور خاک میں ملا دیا۔ ان کے 70 بڑے بڑے سردار، جری اور بہادر مارے گئے، قریباً اتنے ہی گرفتار ہوئے۔

مسلمانوں میں سے بھی 14 شہید ہوئے۔ مالِ غنیمت کافی مقدار میں ہاتھ آیا۔ شہداء کو میدانِ بدر میں بہت احترام سے دفن کیا گیا۔ جب کہ کافروں کی لاشوں کو ایک کنویں میں پھینک دیا گیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے لاشوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اے گڑھے والو! تمہارے پروردگار نے جو کچھ تم سے وعدہ کیا تھا، کیا تم نے اسے سچا پایا؟ مجھ سے تو میرے پروردگار نے جو کچھ وعدہ فرمایا تھا، بلا شبہ میں نے اسے سچا پایا۔'' پھر ان لاشوں پر مٹی ڈال دی گئی۔



مدینہ منورہ میں فتح کی خوش خبری:

اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوش خبری کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا۔

بدر کی لڑائی کی تیاری ہو رہی تھی کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا شدید بیمار ہوگئیں۔ یہ نبیٔ کریم ﷺ کی بیٹی ہیں۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا: ''آپ مدینہ ہی میں ٹھہر کر اپنی بیوی کی تیمارداری کریں۔''

چنانچہ اس طرح سیدنا عثمان اگرچہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے، تاہم آپ ﷺ نے انھیں بدر میں شریک قرار دیا۔ اتفاق دیکھیے کہ ادھر بدر کے میدان میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور فتح کی خوش خبری مدینہ منورہ پہنچی۔ ادھر سیدہ رقیہ وفات پا



گئیں۔ جب فتح کی خبر پہنچی تو ان کی قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مصلیٰ پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو یہ خبر سنائی: ''لوگو! تمھیں خوش خبری ہو! عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل، زمعہ بن اسود، ابو البُختری اور اُمیّہ بن خلف وغیرہ قتل ہو چکے ہیں۔''

سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اپنے والد کی زبانی یہ خبر سن کر مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا: ''ابا جان! کیا واقعی اتنے بڑے سردار قتل ہو گئے؟''

جواب میں انھوں نے کہا: ''ہاں میرے بیٹے! یہ سارے سردار قتل ہو چکے ہیں۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں تین دن قیام فرمایا اور مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے شرکائے بدر میں مالِ غنیمت تقسیم فرمایا بعد ازاں مدینہ تشریف لے آئے۔ دوسرے روز قیدی بھی پہنچ گئے۔



قیدیوں کے بارے میں مشورہ:

بدر کے میدان میں مسلمانوں کے ہاتھ 70 قیدی لگے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کے بارے میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنا ضروری خیال فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”ان قیدیوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حوالے کیا ہے، اب ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے عرض کیا: ”اللہ کے رسول ﷺ! ان سب کی گردن ماردی جائے۔ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ کی نبوت کو جھٹلایا، آپ کو اپنے شہر سے نکالا اور شہر سے نکالنے سے پہلے کیا کیا ظلم روا نہیں رکھے؟ ان کا تو بس یہی علاج ہے کہ انھیں قتل کر دیا جائے۔“

یہ مشورہ سن کر آپ ﷺ نے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا تاکہ وہ بھی اپنی اپنی رائے دیں۔ اب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے عرض کیا: ”اللہ کے رسول ﷺ! انھیں معاف کر دیجیے! ان سے فدیہ لے کر انھیں رہا کر دیجیے۔“



اللہ کے رسول ﷺ کائنات اور انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ آپ نے اس مشورے کو پسند فرمایا۔ یہ مشورہ سن کر آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر خوشی کے آثار چھا گئے۔ آپ نے فدیے والی بات پسند فرمائی۔ چنانچہ فدیہ لے کر کافروں کو رہا کر دینے کا فیصلہ ہو گیا۔



قیدیوں سے سلوک:

اللہ کے رسول ﷺ میں جہاں ان گنت خوبیاں اور صفات تھیں وہاں آپ اعلیٰ اخلاق کے بھی مالک تھے۔ قرآن پاک کی سورۂ قلم، آیت نمبر 4 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بلاشبہ! آپ بلند ترین اخلاق پر فائز ہیں۔''

جو قیدی ہاتھ آئے یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے تیرہ سال تک مسلسل ظلم ڈھایا تھا۔ ظلم کا کوئی طریقہ ایسا نہیں تھا جو انھوں نے نہیں آزمایا تھا مگر ان سب باتوں کے باوجود قیدیوں کے ساتھ آپ نے وہ سلوک نہیں فرمایا جو وہ کرتے رہے تھے اور جیسا کہ قیدیوں کے ساتھ دوسری قومیں سلوک کرتی ہیں۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں قیدیوں پر وہ ظلم ڈھائے جاتے ہیں کہ انسانیت کانپ کانپ جاتی ہے لیکن اسلام نے دشمنوں کے بھی حقوق متعین کیے ہیں اور قیدیوں پر ظلم و ستم سے روکا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت فرمائی: ''قیدیوں سے اچھا سلوک کیا جائے۔''

اور پھر تاریخ نے دیکھا کہ ان کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا گیا کہ دنیا کی قومیں حیران رہ گئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود بھوکے رہ کر قیدیوں کو کھلایا اور پلایا۔ ان قیدیوں نے بھی مسلمانوں کے اس حسنِ سلوک کو ہمیشہ یاد رکھا۔

قیدیوں میں آپ کے رشتے دار بھی تھے اور عام لوگ بھی لیکن ان سب سے برابر کا سلوک ہوا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب بھی قیدیوں میں شامل تھے۔ بدر سے سب قیدیوں کو رسیوں سے باندھ کر لایا گیا تھا تاکہ فرار نہ ہو جائیں۔

رات کی تاریکی میں سیدنا عباس کی آہ نکل گئی۔ رسول ﷺ کو اپنے چچا سے بہت محبت تھی، ان کی آہ سنی تو بے تاب ہو گئے۔ ایک صحابی نے آپ ﷺ کو بے چین دیکھا تو سیدنا عباس کے پاس گئے اور ان کی رسیوں کو ڈھیلا کر دیا پھر آ کر آپ ﷺ کو بتایا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ کے چچا کی رسیاں ڈھیلی کر آیا ہوں۔''

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تمام قیدیوں کی رسیوں کو ڈھیلا کیا جائے یا پھر ان کی رسیوں کو بھی ڈھیلا نہ کیا جائے۔''

چنانچہ سبھی کی رسیاں ڈھیلی کر دی گئیں۔

سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی عزیز بن عمیر کہتے ہیں: ''ہم قیدیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا گیا۔ مجھے چند انصاری لوگوں نے گرفتار کیا تھا۔ کھانے کا وقت آتا تو یہ خود تو کھجوروں پر گزارا کرتے لیکن مجھے کھانے کے لیے روٹی دیتے۔ مجھے شرم آتی کہ



اتنا اچھا سلوک، خود کھجور اور پانی پر گزر بسر کر رہے ہیں اور مجھے روٹی دے رہے ہیں، میں ان سے کہتا: نہیں! مجھے روٹی نہ دو، مجھے بھی کھجور اور پانی دے دو لیکن وہ میری ایک نہ سنتے، مجھے روٹی ہی کھلاتے اور خود کھجوریں کھا کر پانی پی لیتے۔''

قیدیوں میں بعض لوگ غریب بھی تھے۔ وہ یا ان کے عزیز فدیہ دینے کے قابل نہیں تھے۔ چنانچہ ان سے کہا گیا: ''وہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انھیں آزاد کر دیا جائے گا۔''



قیدیوں میں اللہ کے رسول ﷺ کے داماد ابو العاص بن ربیع بھی تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی سیدہ زینب ان کے گھر تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی کے وقت ان کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک ہار تحفے میں انھیں دیا تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو چھڑانے کے لیے فدیے میں وہ ہار بھیجا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے وہ ہار دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ ہوگئی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''یہ ہار میری بیٹی زینب کا ہے، یہ اس کی ماں نے اسے شادی کے وقت تحفے میں دیا تھا۔ مناسب سمجھو تو قیدی کو رہا کر دو اور ہار بھی واپس کر دو۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم تو ہر حال میں آپ ﷺ کو خوش دیکھنا چاہتے تھے۔ انھوں نے عرض کیا: ''اللہ کے رسول ﷺ! ضرور ایسا کریں۔''

اس پر نبی کریم ﷺ نے ابو العاص سے وعدہ لیا کہ وہ مکہ جا کر زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے۔ چنانچہ انھوں نے وہاں پہنچ کر وعدے کے مطابق سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔ کچھ عرصہ بعد انھوں نے خود بھی اسلام قبول کر لیا۔

آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اسلام قبول کر رکھا تھا۔ کسی مصلحت کے تحت اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے اور یہ مجبوراً اس جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا کہ اگر لڑائی کے دوران عباس سامنے آ جائیں تو انھیں قتل نہ کیا جائے کیونکہ ان کی اسلام کے لیے بہت خدمات ہیں۔ اب اس موقع پر انھوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ کا چچا ہوں، کیا مجھے فدیہ لیے بغیر نہیں چھوڑا جا سکتا؟''



جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''آپ مال دار ہیں، آپ نہ صرف اپنا بلکہ اپنے بھتیجوں کی طرف سے بھی فدیہ ادا کریں۔''

چنانچہ انھوں نے اپنی طرف سے اور نوفل اور عقیل کی طرف سے بھی فدیہ دیا۔ واضح رہے کہ نوفل اور عقیل آپ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔آپ نے انصاف کا تقاضا پورا فرمایا، انھیں بھی فدیہ لے کر چھوڑا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سب باتیں اللہ کے رسول ﷺ سے سیکھتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے۔اس جنگ میں باپ بیٹے کے خلاف، بھائی بھائی کے خلاف، چچا بھتیجے کے خلاف اور ماموں بھانجے کے خلاف لڑے تھے۔ یعنی اکثر لوگ آپس میں رشتے دار تھے۔ چنانچہ معلوم ہوا اصل رشتہ اسلام کا رشتہ ہے۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عزیز کو دیکھا کہ وہ بھی قیدیوں میں شامل تھا، ایک انصاری نے انھیں قید کیا تھا۔



سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ نے انصاری سے فرمایا: ''بھائی! اسے خوب کس کر باندھنا، کہیں بھاگ نہ جائے۔ اس کی والدہ بہت امیر عورت ہے اور بہت زیادہ مال و دولت دے کر اپنے بیٹے کو چھڑا سکتی ہے۔''

ان کے بھائی عزیز نے جب اپنے بھائی کی یہ بات سنی تو حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے، سوچا یہ کیسا بھائی ہے۔ پھر ان سے بولے: ''تم اچھے بھائی ہو، انھیں کیا مشورہ دے رہے ہو؟ میرا تو خیال تھا تم میری سفارش کرو گے۔''

یہ سن کر سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں! تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ جس انصاری نے تمھیں قیدی بنایا ہے، وہ میرا بھائی ہے۔''

یہ سن کر عزیز اور زیادہ حیران ہوا۔ اس کی ماں کو خبر ہوئی تو بولی: ''میں بڑی سے بڑی رقم دے کر اپنے بیٹے کو چھڑاؤں گی۔''

اسے بتایا گیا کہ فدیے کی رقم چار ہزار درہم مقرر کی گئی ہے۔ اس نے فوراً چار ہزار درہم بھیج کر بیٹے کو رہائی دلوائی۔



بدر میں شرکت کرنے والوں کی فضیلت:

جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس غزوہ میں شرکت کی، اسلام میں ان کا مقام اور مرتبہ بہت بڑا ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جن لوگوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی ہے، وہ جہنّم میں نہیں جائیں گے۔''

تو گویا انھیں جنت کی خوش خبری سنا دی گئی۔ ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

[لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ] (صحيح بخاری، المغازی، باب فضل من شهد بدرًا، ح:٣٩٨٣)

''اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے اعمال پر مطلع ہو کر فرمایا: اب تم جو بھی عمل کرو، تمھارے لیے جنت واجب ہے، میں نے تمھیں بخش دیا۔''

فقد وجبت لكم الجنة أو فقد غفرت لكم

(صحيح بخاري، المغازي، باب فضل من شهد بدرا، ح ٣٩٨٣)





اس جنگ کے آغاز میں ایک انصاری صحابی حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے تھے۔ یہ پانی پینے کے لیے حوض کی طرف گئے۔ حوض کی حفاظت پر ایک صحابی کو مقرر کیا گیا تھا۔ انھوں نے خیال کیا کہ وہ دشمن کے آدمی ہیں، چنانچہ ان کی طرف تیر چلا دیا۔ تیر ان کے گلے پر لگا اور یہ شہید ہو گئے۔ اب چونکہ یہ کسی کافر کے ہاتھوں شہید نہیں ہوئے تھے، اس لیے ان کی والدہ کو شک تھا کہ یہ شہید ہیں یا نہیں یا یوں کہہ لیں کہ یہ جنتی ہیں یا نہیں۔ چنانچہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جانتے ہیں مجھے حارثہ سے کتنی محبت تھی اور ہے۔ اگر وہ جنت میں ہیں، تو میں صبر کروں گی کہ ایک شہید کی ماں ہوں اور اگر وہ جہنم میں ہیں تو میں اس پر اتنا روؤں گی کہ مدینہ منورہ والے بھی دیکھیں گے۔ مجھے بتائیں، میرا بیٹا کہاں ہے؟''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اُمِ حارثہ! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا بات کرتی ہو؟ بیٹے کی محبت میں دیوانی تو نہیں ہو گئیں؟ تم ایک جنت کی بات کر رہی ہو، اللہ نے تو تمھارے بیٹے کو کئی جنتوں کا مالک بنا دیا ہے، اسے فردوسِ اعلیٰ عطا کیا ہے۔''

اس سے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا کیا مرتبہ ہے؟ اللہ کے نزدیک غازیوں اور شہداء کا کیا مقام ہے؟

اس جنگ سے اَن گنت فوائد حاصل ہوئے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

- بہت سا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔
- مسلمانوں کی طاقت میں بہت اضافہ ہوا۔
- مشرکوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔
- کفار نے جان لیا کہ مسلمان اب ان کے لیے آسان شکار نہیں رہے۔
- مدینہ کے اردگرد آباد بہت سے قبائل اسلام کی طرف متوجہ ہونے لگے۔
- بہت سے قبائل اسلام کے قریب آ گئے۔
- بعض قبائل نے فوراً اسلام قبول کر لیا یا مسلمانوں کے طرف دار بن گئے۔
- یہودیوں کی سازشیں کچھ وقت کے لیے دم توڑ گئیں۔
- یہودیوں پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا۔
- اس دوران منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے مجبوراً اسلام قبول کر لیا، اگرچہ اندر سے منافق ہی رہا۔
- مسلمانوں کو قیدیوں کے فدیے سے مال و دولت حاصل ہوئی۔
- مالِ غنیمت سے مسلمانوں کی مالی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی۔
- مسلمان اپنے آپ کو مضبوط محسوس کرنے لگے۔
- کافروں کا غرور خاک میں مل گیا۔
- کافروں کا گھمنڈ پاش پاش ہو گیا۔



- یہ جنگ مسلمان بچوں کی تعلیم کا ذریعہ بنی۔
- کفار کے بڑے بڑے سردار جہنم رسید ہوئے۔
- اسلام کو طاقت ملی مسلمانوں کی عزت کو چار چاند لگ گئے۔
- کفر کے مقابلے میں اسلام سر بلند ہو گیا۔

جاء الحق وزهق الباطل إن الباطل كان زهوقا





غزوۂ بدر

جنگ کیوں لڑی جاتی ہے؟

سچ کو سچ ثابت کرنے کے لیے یا جھوٹ کو سچ بنانے کے لیے۔

سچ کو سچ ثابت کرنا ایک کارِ دشوار ہے......اور

جھوٹ کو سچ ثابت کرنا...... آسان ترین کام ہے۔

جب انا کے بت پاش پاش ہونے لگیں۔

جھوٹے معبودوں کی خدائی کا طلسم دم توڑنے لگے۔

غرور و تکبر خاک میں جا ملے۔

آباء کی عظمت پر حرف آنے لگے......تو پھر واقعی......

سچائی کے ٹاٹ پر جھوٹ کا مخملیں پیوند لگانا پڑتا ہے۔

مکہ کے سردار......اسلام کے نخلستان میں قدم رکھنے کے بجائے اس نخلستان کو اجاڑنے پر تل گئے۔

صرف اس لیے کہ اُن کے جھوٹ کا پول کھل گیا' اُن کے پتھر کے صنم اپنی کشش کھو بیٹھے۔

ظلم پر ظلم ڈھا کے بھی ان کے من کی پیاس نہیں بجھی۔ اُن کی تلملاہٹ......انتقام میں بدلی......

انتقام نے جنگ کا میدان سجا دیا......تاریخ اسلام کا اولین میدان جنگ اور نتیجہ وہی رہا۔

حق غالب آیا...... باطل کو شکست ہوئی۔

اولین جنگ......اولین فتح......

اسلام کے قدم......مضبوط تر ہو گئے......

تاریخ اسلام کے اولین معرکے کی شاندار کہانی۔

ISBN: 9960-899-85-3

دارُالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ